نمازاورزکوٰۃ: اردو تفسیری ادب اور کتاب مقدس کی روشنی میں

(*Namāz and Zakāt*: A Study from the perspective of Urdu exegetical Literature and the Holy Bible)

ڈاکٹر خالد محمود مدنی*

Abstract

Man is embodiment of body and soul. Islam as a complete code of life provides wide-ranging teachings and guidance about all aspects of life. Islam presents teachings for nourishment and purity of body and soul. Islam has established a system of "*Zakāt*" and "*Ṣalāt*" to purify human personality. Both these worships have been primary part not only in Islam but other revealed religions as well. This paper presents a comparative analysis of these both worships from the perspective of Bible and *Qur'ānic* exegesis of Sub-continent.

Keywords: *Tafsīr*, Sub-continent, Bible, *Ṣalāt Zakāt*

انسان جسم اور روح دو چیزوں سے مرکب ہے۔ جسم کو اللہ نے مٹی سے تخلیق فرمایا اور اس میں جان اپنے امر روح سے پھونکی۔ جسم کی نمو اور افزائش کے تمام تقاضے اور ضرورتیں مٹی سے وابستہ فرمادیں جبکہ روح کی نمو اور افزائش کے لیے نظامِ عبادات اور کلماتِ ربی کا نظام متعارف کروایا۔ نظامِ عبادات کی عملی شکل کو واضح کرنے کے لیے انبیاء و رسل، سلسلہ وحی اور آسمانی صحائف و کتب نازل فرمائیں۔ اس کرہِ ارض پر جتنے بھی سامی مذاہب پائے جاتے ہیں ان میں عبادات کا ایک مربوط نظام موجود ہے اور تقریباً سارے سامی مذاہب میں نماز اور زکوٰۃ کو بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ بر صغیر کے مفسرین نے کتاب مقدس سے تقابلی موازنہ کرتے ہوئے ان دونوں عبادات کا تجزیاتی جائزہ لیا، جسے ہم قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، انبالہ مسلم کالج سرگودھا۔

عبادت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی بندگی اور اطاعت کے ہیں۔اسلامی اصطلاح میں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی بندگی واطاعت ،اس کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق کرنا۔قبولیت ایمان کے بعد اس کے عملی اظہار کا ذریعہ نماز ہے۔نماز کے لیے عربی زبان میں لفظ "صلوٰۃ" استعمال ہوتا ہے،جس کے معنی نیک تمنا،دعااور تعریف کے ہیں۔دینی اصطلاح میں اس سے مراد اسلام کی وہ مخصوص عبادت ہے،جو رسول کریم ﷺ نے مخصوص ہیئت کے ساتھ خود ادافرمائی اور اپنی اُمت کو سکھائی۔اردو اور فارسی زبان میں اس مخصوص عبادت کو نماز کہتے ہیں۔قرآنِ مجید نے اس کا تعارف یوں پیش کیا ہے:

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ[1]

"اور وہ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں۔اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

مولانا دریا بادیؒ لکھتے ہیں: **"الصلوٰۃ التی ھی العبادۃ المخصوصۃ اصلھا الدعاءۓ۔"** (الصلوٰۃ وہ ایک مخصوص عبادت ہے جس کی اصل دعا ہے۔) محققین نے کہا ہے کہ نماز تو یکسر دعا ہے۔زبان،دل اور تمام اعضائے ظاہری سے دعا، گویا یہ دعاءِ قولی، قلبی اور فعلی کا مجموعہ ہے۔اقامتِ صلوٰۃ اور محض ادائے صلوٰۃ میں فرق ہے۔اقامتِ صلوٰۃ میں نماز کی تکمیل صوری ومعنوی ہر طرح کی آگئی۔کسی شے کی اقامت کرنے کے معنی ہی عربی زبان میں یہ ہوتے ہیں کہ اسے اس طرح ادا کیا جائے جو اس کا حق ہے۔اقامت صلوٰۃ کی سب سے جامع تشریح صاحب جلالین نے اپنے دو مختصر لفظوں میں کردی **"ای یاتون بھا بحقوقھا"**۔ان دیکھے خدا کے آگے جھکنے ،سر عبودیت خم کرنے ،اس سے گہرا ربط و تعلق پیدا کرنے ،اور خود افراد امت میں باہم نظم پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔بدنی عبادتوں میں یہی فریضہ سب سے اعلیٰ اور ایمان وتوحید کا عملی مظہر ہے۔بعد از ایمان متقین کی دوسری علامت، عملی زندگی میں نماز کی پابندی ہے۔دعا اور عبادت کی تاکید اب بھی تورات میں مختلف عنوانات کے تحت موجود ہے۔"[2] تورات کی کتاب خروج میں ہے:

"اور میں تجھے کہہ چکا ہوں کہ میرے بیٹے کو جانے دے تاکہ وہ میری عبادت کرے۔"[3]

اسی طرح کتاب استثناء میں ہے:

"اور چونکہ تو باوجود سب چیزوں کی فراوانی کے فرحت اور خوش دلی کے ساتھ اپنے خُدا کی عبادت نہیں کرے گا۔"[4]

---

[1] البقرہ03:02۔

[2] مولانا عبدالماجد دریابادی، تفسیرِ ماجدی (کراچی: مجلس نشریات اسلام،1985ء)،33۔

[3] خروج4: 23۔

[4] استثناء28: 47۔

نماز دوسرا رکنِ اسلام

نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے اور یہ تمام ادیانِ سماویہ کے متبعین پر کسی نہ کسی صورت فرض رہی ہے۔ انبیاء بنی اسرائیل نے اپنی قوم سے جن عقائد پر ایمان لانے، معاملات وعبادات پر کاربند رہنے اور اخلاقی اصولوں کو اپنانے کا جو پختہ وعدہ لیا تھا ان میں یہ تاکید بھی پائی جاتی تھی کہ تم نماز ادا کرتے اور زکوٰۃ دیتے رہنا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ[5]

"اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا، کہ عبادت نہ کرنا (کسی کی) بجز اللہ کے، اور حسن سلوک سے پیش آنا (اپنے) ماں باپ سے اور قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں (سے بھی)، اور لوگوں سے (بالعموم) بھلی بات کہنا، اور نماز قائم رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا۔"

عہد کا لفظ محاورۂ تورات میں حکم کے معنی میں آتا ہے۔ "اور اس نے اپنے عہد کے دسوں احکام بتا کر اُن کے ماننے کا حکم دیا۔"[6] تورات اثبات توحید وممانعت شرک سے بھری پڑی ہے۔[7] جن احکامات کو اہل توریت نے بدل ڈالا یا چھپا دیا تھا ان کو دوبارہ شریعتِ محمدی ﷺ میں بطور حکم خاص کے نافذ فرمایا گیا، جیسا کہ متعدد اہل تفسیر کا گمان ہے۔ اقامت صلوۃ اور ادائے زکوٰۃ، اب مخصوص اسلامی اصطلاحیں بن چکی ہیں لیکن سابقہ ادیانِ سماویہ میں بھی یہ پائی جاتی تھیں۔ انہوں نے سرکشی کی بنا پر ان عبادات کو بدل ڈالا جیسا کہ تورات میں اس کی شہادتیں آج بھی موجود ہیں: "وہ اس راہ سے جو میں نے انہیں فرمائی جلد پھر گئے"۔[8] "میں اس قوم کو دیکھتا ہوں کہ ایک گردن کش قوم ہے"[9]۔ "اس لیے کہ تم گردن کش لوگ ہو"۔[10] یہ چند حوالے صرف نمونہ کے طور پر دیئے گئے۔ ورنہ تورات ایسی عبارتوں سے بھری پڑی

---

[5] البقرہ2: 83۔

[6] استثناء4: 13۔

[7] "میرے حضور تیرے لیے دوسرا خدا نہ ہووے۔ تو اپنے لیے کوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا پانی میں زمین کے نیچے ہے مت بنا۔ تو ان کے آگے اپنے تئیں مت جھکا اور نہ ان کی عبادت کر۔" (خروج 20: 2۔ 5۔) اور دوسری جگہ لکھا ہے: "میرے آگے تیرا دوسرا خدا نہ ہووے۔ تو اپنے لیے تراشی ہوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے مت بنا۔ تو انہیں سجدہ نہ کر نہ ان کی بندگی کر" (استثناء 6: 4۔)

[8] خروج32: 8۔

[9] خروج32: 9۔

[10] خروج۔33: 3۔

ہے۔ تاہم نماز اور زکوٰۃ ایسے احکام ہر شریعت میں غیر متبدل رہے ہیں اور ہماری شریعت محمدی میں بھی بعینہٖ موجود ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ[11]

"تمہارے دوست تو بس اللہ اور اس کا رسول ﷺ اور ایمان والے ہیں جو نماز کی پابندی رکھتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں، اس حال میں کہ وہ خشوع بھی رکھتے ہیں۔"

اس آیتِ مبارکہ میں اہل ایمان کے دنیوی دوستی کے معیار اور باہمی معاشرتی تعلقات کی بنیادی شرط بیان فرمائی ہے کہ مسلمان کس سے محبت وپیار کریں۔ کسے اپنا ناصر ومددگار بنائیں۔ فرمایا تمہارا دوست اور مددگار اللہ تعالیٰ، اس کا رسول اور وہ مومن ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں لیکن دنیا کو دکھانے کے لئے نہیں بلکہ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ یعنی نہایت خشوع وخضوع سے عبادت الٰہی میں مشغول ومنہمک رہتے ہیں۔ یہ رکوع جو ہم نماز میں کرتے ہیں پہلی امتوں میں نہیں تھا اس رکوع سے مراد عاجزی اور انکساری ہے۔[12] نماز کے اوّلین رکن اسلام ہونے کا ثبوت قرآن کریم کی متعدد آیاتِ مبارکہ سے ثابت ہے۔[13]

نماز قربِ الٰہی کا ذریعہ

نماز کی غرض وغایت یہ ہے کہ آدمی خدا سے غافل نہ ہونے پائے اور دنیا کے دھوکا دینے والے مظاہر اس کو حقیقت سے بے فکر نہ کر دیں۔ اسے ہر دم یہ خیال رہے کہ میں کسی کا بندہ ہوں، آزاد وخود مختار نہیں ہوں۔ اسی فکر کو تازہ رکھنے اور بندے کا خدا سے تعلق جوڑے کا سب سے بڑا ذریعہ نماز ہے۔ اس حقیقت کو یاد دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ[14]

"بے شک میں ہی اللہ ہوں کوئی معبود نہیں میرے سوا، سو میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کی نماز پڑھا کرو۔"

---

[11] المآئدہ5: 55۔

[12] مولانا پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1995ء)، 485/1۔

[13] البقرہ2: 43، 177، 110، 277، النساء4: 77، 103، 162، المآئدہ5: 12، 55، الانعام6: 72، الاعراف7: 170، الانفال8: 3، التوبہ9: 5، 18، 11، 71، الحج22: 41، المومنون23: 9، النور24: 56، النمل27: 3۔ ان تمام مقامات پر ایمان لانے کے بعد اسلام کے اوّلین رکن کے طور پر نماز کا ذکر موجود ہے۔

[14] طٰہٰ20: 14۔

دریا بادی لکھتے ہیں: اس میں نماز کی غایت بیان کر دی کہ اس سے اصل مقصود یادالٰہی کو دل میں تازہ رکھنا ہے، اور اصل حقیقت بھی یہی ہے کہ کسی کے دل پر اگر حاکم اعلیٰ، ہمہ بین وہمہ دان حاکم کی ہمہ وقتی معیت وحاکمیت کا خیال اگر پوری طرح مستولی ہو جائے تو اس سے کوئی قصور سرزد ہی کیوں ہونے پائے۔ آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ میری یاد آنے پر نماز پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ یہیں سے بعض فقہاء نے قضاء صلوٰۃ فائتہ کا استنباط کیا ہے۔[15] ایک اور مقام پہ ارشاد باری ہے:

وَجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا[16]

"اور (اسی نے) مجھے بابرکت بنایا، میں جہاں کہیں بھی ہوں، اور (اسی نے) نے مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں۔"

یعنی خلق کو میرے ذریعہ سے دین کا نفع پہنچے گا۔ مبارک کے معنی معلم خیر کے بھی کیے گئے ہیں۔ مجھے احکام شریعت دے کر بھیجا گیا ہے میرے اوپر بھی زندگی بھر عبادتیں اور احکام شریعت کی پیروی فرض ہے۔ انجیل برنباس میں، جو حضرت مسیح کے ایک حواری کی جانب منسوب ہے، اور جسے مسیحی اپنے اعراض وعقائد کے مخالف پا کر جعلی قرار دیتے ہیں، اس مفہوم کی آیت موجود ہے۔[17]

---

[15] دریا بادی، تفسیر ماجدی، 638۔ (پیر کرم شاہ صاحب نے لکھا ہے: "اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ نماز ادا کرو تاکہ میری یاد کی لذت سے تم لطف اندوز ہو سکو اور دوسرا معنی یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تم نماز میں میری حمد و تمجید کرو اور مجھے یاد کرو اور میں تمہیں یاد کروں گا۔ اس توجیہ کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ تم نماز ادا کرو تاکہ میں تمہیں یاد کروں جس طرح دوسری آیت میں ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرہ2: 152) (پس تم مجھے یاد کرو اور میں تمہیں یاد کرونگا"۔ (پیر کرم شاہ، ضیاء القرآن، 107/3۔)

[16] مریم19: 31۔

[17] دریا بادی، تفسیر ماجدی، 627

انجیل برنباس میں نماز کا تذکرہ تو متعدد مقامات پہ موجود ہے۔ ہم چند ایک مقامات کی عبارتیں بطور نمونہ نقل کیے دیتے ہیں۔ "اس لیے کہ انسان ہر ایک بُرے کلمہ میں خطا کرتا ہے۔ اور ہمارا اللہ اس کے گناہوں کو نماز کے ذریعہ سے محو کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ نماز ہی نفس کی شفیع ہے۔ نماز ہی نفس کی دوا ہے۔ نماز ہی دل کی حفاظت کرتی ہے۔ نماز ہی ایمان کا ہتھیار ہے۔ نماز ہی حس کی لگام ہے۔ نماز ہی بدن کا وہ نمک ہے جو کہ گناہ کے سبب سے بگڑنے نہیں دیتا۔" (انجیل برنباس فصل119 :10-17۔)

"دنیا کس قدر کم بخت ہے اس لئے کہ لوگ آج نماز کے لیے جمع نہیں ہوتے۔" (انجیل برنباس فصل119: 27۔)

"پس جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ شیطان اس کو وہی مذاقی لطیفے یاد دلاتا ہے۔" (انجیل برنباس فصل120: 4۔)

نماز صراط مستقیم پہ گامزن رکھنے کا ذریعہ

اقامت صلوۃ سے بندہ نہ صرف برائیوں سے رک جاتا ہے بلکہ اس کی پابندی اُسے تمام برائیوں سے پاک کر دیتی ہے۔اس سے ہر قسم کی اخلاقی و معاشرتی برائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ گویا سیرت و کردار کی تعمیر اور انسان کو صراط مستقیم پہ گامزن رکھنے کی ضامن ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ [18]

"نماز کی پابندی رکھیے، بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی رہتی ہے۔"

"وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ "میں وقتِ نماز کی پابندی اور اس کے تمام ارکان وشرائط کی رعایت آ گئی ۔" **اقامة الصلوة اداؤها فی وقتها بقراء تها ورکوعها وسجودها وقعودها وتشهدها وجمیع شروطها "(قرطبی)**۔اور جب تم اس کی پابندی کروگے تو اس کی پابندی میں خاصہ طبعی یہی ہے کہ وہ عظمت الٰہی کا استحضار بار بار کراکے ہر گناہ ومعصیت سے روک دیتی ہے۔ اس کے دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ نماز جو یاد الٰہی اور اس کی عظمت کے استحضار کی ایک اعلیٰ و مکمل شکل ہے اس کا اقتضاء یہی ہے کہ وہ ہر برائی سے روک دے۔ مغربی مفکرین و فاضلین کی تحقیق کے مطابق بے حیائی و بیسوائی کی ابتدا ہی مندروں اور مشرکانہ معبدوں کے سایہ میں پڑی ہے لیکن نماز عین اسے توڑنے اور کاٹنے والی ہے۔ [19]

جہاں تک فحشاء اور منکر سے روکنے کا تعلق ہے، نماز لازماً یہ کام کرتی ہے۔ جب آدمی ہر روز دن میں پانچ وقت خدا کی بارگاہ میں حاضری دے گا تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ وہ آزاد وخود مختار نہیں ہے بلکہ ایک خدا کا بندہ ہے۔ اور ایک وقت

---

[18] العنکبوت 29: 45۔

[19] دریابادی، تفسیر ماجدی، 809۔ (پیر کرم شاہ صاحب نے ایک نکتہ لکھا ہے: "نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ اس پر کئی صاحبان یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم نے کئی نمازیوں کو دیکھا ہے کہ ساری عمر نماز پڑھتے پڑھتے گزر گئی لیکن وہ جھوٹ بولتے ہیں، چور بازاری سے باز نہیں آتے۔ کم تولنے اور کم ماپنے سے انہیں احتراز نہیں، تو ہم کیسے یہ تسلیم کر لیں کہ نماز کے متعلق قرآن کا یہ ارشاد مبنی بر حقیقت ہے۔ ان کی خدمت میں بصد ادب یہی گزارش کی جائے گی کہ آپ نے یہ اعتراض کرنے میں بڑی جلد بازی سے کام لیا ہے اور قرآن کے کلمات میں غور کی زحمت گوارا نہیں کی۔ قرآن کریم نے نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے جس کا معنی ہے "**اقامة الشیء: توفیه حقه (مفردات)**۔"یعنی نماز کو اس کے تمام ظاہری اور باطنی حقوق کے ساتھ ادا کرو۔ نماز کے ظاہری حقوق تو یہ ہیں کہ سنت نبویؐ کے مطابق تمام ارکان بجالائے جائیں اور باطنی حقوق یہ ہیں کہ تو سراپا عجزو نیاز بنا ہوا ہو۔ احسان کی کیفیت تجھ پر طاری ہو۔ یعنی تو محسوس کر رہا ہو کہ **کانک تراه** گویا تو اپنے رب کریم کو دیکھ رہا ہے ورنہ کم از کم اتنا تو ضرور ہو کہ **فانه یراک**: تیرا رب کریم تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس ذوق و شوق اور خضوع وخشوع سے ادا کی ہوئی نماز ہی وہ نماز ہے جو دین کا ستون اور مومن کی معراج ہے۔ یہی وہ نماز ہے جو گناہوں کے قریب نہیں جانے دیتی اور بے حیائیوں اور بدکاریوں سے روکتی ہی نہیں بلکہ متنفر کر دیتی ہے۔ (پیر کرم شاہ، ضیاء القرآن، تلخیص 536/3، 537۔)

ضرور ایسا آنا ہے جب اس خدا کے سامنے پیش ہو کر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنا ہوگی۔ درحقیقت دنیا میں نماز کے علاوہ کوئی دوسرا طریقِ تربیت ایسا نہیں ہے جو انسان کو برائیوں سے روکنے کے معاملہ میں اس درجہ موثر ہو۔ دنیا کی محبت اور مشغولیت انسان کو نماز سے غافل کرکے صبر وقناعت کی نعمتِ عظمیٰ سے محروم کردیتی ہے اور انسان معروف کی بجا ئے منکرات میں گرتا چلا جاتا ہے اس کا علاج بتلاتے ہوئے فرمایا:

إِلَّا الْمُصَلِّينَ۔ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ[20]

"ہاں البتہ وہ نمازی، اس حکم میں داخل نہیں) جو اپنی نماز میں برابر لگے رہتے ہیں۔"

یعنی کسی قسم کی سستی اور آرام طلبی، مصروفیت یا دلچسپی ان کی نماز کی پابندی میں مانع نہیں ہوتی۔ **علی صلاتهم دائمون** کے ایک اور معنی حضرت عقبہ بن عامرؓ نے یہ بیان کیے ہیں کہ وہ پورے سکون اور خشوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ کوے کی طرح ٹھونگیں نہیں مارتے۔ مارا مار پڑھ کر کسی نہ کسی طرح نماز سے فارغ ہو جانے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور نماز کے دوران میں ادھر ادھر التفات بھی نہیں کرتے۔ عربی محاورے میں ٹھہرے ہوئے پانی کو ماءِ دائم کہا جاتا ہے۔ اسی سے یہ تفسیر ماخوذ ہے۔[21]

اقامتِ صلوٰۃ پہ اجر وثواب

اہلِ ایمان سے اللہ تعالیٰ نے ادائیگی نماز پر اجر وثواب کا وعدہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ[22]

"اور جو لوگ کتاب (آسمانی) کے پابند ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں (سو) ہم ان لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اپنی اصلاح کرچکے ہوتے ہیں۔"

"انسانی اصلاح کے اہم ترین اجزاء دو ہیں ایک کتاب آسمانی کے احکام کی تعمیل اور دوسرے نماز کی پابندی۔ " وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ " میں، الکتب سے مراد تورات ہے۔" **ای بالتورة (قرطبی)** "اور اقامت صلوۃ کا حکم تو تمسک بالکتب میں شامل ہی ہے۔ اور اب تمسک بالکتب بغیر اسلام کی حلقہ بگوشی کے ممکن نہیں۔ پھر الگ سے جو اس کا تصریحاً ذکر کیا تو وہ اس حکم کی عظمت خاص وامتیاز کے اظہار کے لیے ہے۔ وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ اور (ان میں سے) جو لوگ کتاب کے پابند ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں ہم ان اہل اصلاح کا ثواب ضائع

---

[20] المعارج70: 22، 23۔

[21] مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1989ء)، 90/6۔

[22] الاعراف7: 170۔

نہیں کریں گے"۔[23] مجاہدؒ نے کہاان سے مراد حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور ان کے ساتھی دوسرے مؤمنین اہل کتاب ہیں جو تورات پر بھی ایمان لائے تھے اور اس میں انہوں نے کسی طرح کی تحریف نہیں کی تھی اور نہ اس کے احکام کو بگاڑ کر کمائی کا ذریعہ بنایا تھا بلکہ خالص حکم تورات پر عمل کرتے تھے پھر حضور اقدس ﷺ کی بعثت ہوئی تو آپ پر بھی ایمان لائے اور آپ کا اتباع کیا۔انا لانضیع یعنی ان میں سے اہل اصلاح کا ثواب ہم ضائع نہیں کریں گے۔ موجودہ محرف تورات میں ہمیں صرف عبادت کرنے اور نیک اعمال یا نیک کام کے الفاظ اور تعلیمات ملتی ہیں۔اور عین ممکن ہے کہ اس عبادت سے مراد نماز ہی ہو،چونکہ نماز تمام عبادات کی اصل ہے۔کتاب تواریخ میں ہے: "اور تُو اے میرے بیٹے سُلیمان اپنے باپ کے خُدا کو پہچان اور پورے دل اور روح کی مستعدی سے اس کی عبادت کر کیونکہ خُداوند سب دلوں کو جانچتا ہے۔اگر تو اسے ڈھونڈے تو وہ تجھ کو مل جائے گا اور اگر تو اسے چھوڑے تو وہ ہمیشہ کے لیے تجھے رد کر دے گا۔"[24] اور عبرانیون میں کاہنوں کے بارے میں لکھا ہے "اور ہر ایک کاہن تو کھڑا ہوکے ہر روز عبادت کرتا ہے۔"[25] اس سے پتا چلتا ہے کہ اس عبادت کی پابندی سے مراد نماز ہی کی پابندی ہے۔اور جہاں تک انجیل برناس کا تعلق ہے تو اس میں تو جابجا واضح الفاظ میں نماز کی ادائیگی کی تعلیمات موجود ہیں۔"اے میرے شاگردو! تم مسلسل نماز پڑھتے رہو تاکہ تم کو دیا جائے۔"[26] ایک اور مقام پہ ہے: "انسان ہر ایک برے کلمہ میں خطا کرتا ہے اور ہمارا اللہ اس کے گناہوں کو نماز کے ذریعہ سے محو کر دیتا ہے۔"[27] ان تعلیمات سے اندازہ ہوتا ہے کہ نماز کی ادائیگی پر اجر وثواب کا وعدہ اور گناہوں کا دھل جانا

کتب سابقہ میں بھی موجود تھا۔ایک اور مقام پہ یوں بیان فرمایا:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ ۚ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۚ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ [28]

"اور آپ نماز کی پابندی رکھیے ان کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں، بیشک نیکیاں مٹادیتی ہیں بدیوں کو، یہ ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔"

---

[23] دیابادی، تفسیر ماجدی، 365۔

[24] 1۔تواریخ 28: 9۔

[25] عبرانیون 10: 11۔

[26] انجیل برناس 35: 7۔

[27] انجیل برناس 119: 10۔

[28] ھود 11: 114۔

اس حکم میں دن رات کی پانچوں فرض نمازیں آ گئیں۔"دن کے دونوں سروں سے مراد طلوع فجر اور دوسرے بعد زوال، پھر بعد زوال بجائے خود ظہر وعصر کے دو حصوں پر شامل ہے اور " زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ"کے اندر مغرب وعشاء کے اوقات آ گئے قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی اوقات نماز کا ذکر ہے۔ بدرجہ اجمال ہی ہے تفصیلات صرف سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہوں گی۔ جن علماءِ مجددین نے محض قرآن مجید سے پوری تفصیلات نکالنا چاہی ہیں انہوں نے مضحکہ خیز غلطیاں کی ہیں"۔[29] نیکیوں کا بدی کو مٹادینا، قرآن مجید کی عجیب وغریب دفعہ ہے جس کی نظیر کسی دوسرے صحیفہ دینی میں مشکل سے ملے گی۔ نیکیوں کی افزائش کی ترغیب کا اس سے بہتر نسخہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں بکثرت اس کی وضاحت موجود ہے۔[30] نماز کی ادائیگی پہ اجر و ثواب کا ذکر قرآن کریم کی متعدد آیات میں فرمایا گیا ہے۔ طوالت کے باعث صرف حوالہ جات پہ اکتفاء کرتے ہیں۔[31] اور آخرت میں کامیابی اور داخلہِ جنت کو نماز کے ساتھ ملزوم کر دیا: وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ. أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ .الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ [32]

---

[29] دریابادی، تفسیر ماجدی، 482۔

[30] "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا مَا تَقُولُ ذَٰلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ قَالُوا لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا قَالَ فَذَٰلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللَّهُ بِهَا الْخَطَايَا۔" (حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کسی کے دروازے پر کوئی نہر جاری ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ نہاتا ہو، تو تم کیا کہتے ہو کہ یہ (نہانا) اس کے میل کو باقی رکھے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اس کے جسم پر بالکل میل نہ رہے گا، آپ نے فرمایا کہ پانچوں نمازوں کی یہی مثال ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔" (صحیح بخاری، رقم الحدیث: 508/1۔)

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمْعَةُ إِلَى الْجُمْعَةِ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ۔"(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک اپنے درمیان سرزد ہونے والے گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتے ہیں جب تک کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔" (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 552/1۔)

[31] النساء4: 15 ، المائدہ5: 12 ، التوبہ9: 18 ، 71 ، الرعد13: 22 ، المؤمنون23: 22 ، العنکبوت29: 45 ، النور24: 56 ، لقمان31: 5،4 ، الاحزاب33: 33 ۔ فاطر35: 18 ، 29 ، المجادلہ58: 13 ، المعارج70: 23 ، 34 ، 35 ، المزمل73: 20 ، الاعلیٰ87: 15 ، البینہ98: 5 ۔

[32] المؤمنون23: 9۔11۔

"اور جو اپنی نمازوں کی پابندی رکھنے والے ہیں، (بس) یہی لوگ وارث ہونے والے ہیں، جو فردوس کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔"

ترک صلٰوۃ پہ وعید و عذاب

اقامتِ صلٰوۃ تعلق باللہ کے مربوط و مضبوط رہنے کا ذریعہ جبکہ اس کا ترک اس تعلق کو منقطع کر دیتا ہے۔ اسی لئے آپؐ نے فرمایا کہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی وہ کافر ہو گیا۔ نماز کو باقاعدگی سے ادا کرنے کی تاکید کتاب و سنت میں بار بار آئی ہے۔ حتیٰ کہ نماز مریض کو معاف ہے، نہ سفر اور نہ میدان جنگ میں۔ حالات کے مطابق شریعت نے رخصتیں تو دی ہیں مگر نماز کو کسی بھی حالت میں ترک نہیں کیا جا سکتا۔ نماز کے ضائع کرنے سے مراد صرف یہ نہیں کہ کوئی نماز چھوڑ دے، بلکہ باجماعت اور بروقت نماز ادا نہ کرنا، سستی اور بے دلی سے ادا کرنا یا بغیر سوچے سمجھے جلد جلد ٹھونگیں مار لینا وغیرہ سب باتیں نماز کو ضائع کرنے کے ضمن میں آتی ہیں۔ نماز جیسے اہم فریضہ کو ترک کرنا یا اس میں کوتاہی برتنا تمام آسمانی مذاہب میں جرم رہا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ ۖ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا [33]

"پھر ان کے بعد (بعض ایسے) ناخلف جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور خواہشات کی پیروی کی سو وہ عنقریب خرابی سے دوچار ہوں گے۔"

انبیاء سابقین کا حال تو یہ تھا کہ وہ ہر لحظہ جلالِ خداوندی سے ترساں و لرزاں رہتے تھے لیکن ان کے بعد بعض جانشین ایسے بھی ہوئے جنہوں نے

اپنے اسلاف کرام کے طریقہ کو بالکل فراموش کر دیا۔ مستحبات و مندوبات کی پابندی تو کجا نماز و زکوۃ جیسے فرائض کو بھی انہوں نے پس پشت ڈال دیا۔ سید مودودیؒ نے لکھا ہے کہ: اوّل تو نماز پڑھنی چھوڑ دی، یا نماز سے غفلت اور بے پروائی برتنے لگے۔ یہ ہر امت کے زوال و انحطاط کا پہلا قدم ہے۔ نماز وہ اولین رابطہ ہے جو مومن کا تعلق خدا سے شب و روز جوڑے رکھتا ہے اور اسے خدا پرستی کے مرکز و محور سے بچھڑنے نہیں دیتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بات ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر بیان فرمائی ہے کہ پچھلے تمام انبیا کی امتوں کا بگاڑ نماز ضائع کرنے سے شروع ہوا۔" [34] ایک اور مقام پہ اہل جہنم کے جہنم رسید ہونے کی وجہ خود اُن کی زبان سے ارشاد فرمائی:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۔ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ [35]

"کہ تمہیں کون سی چیز دوزخ میں لائی؟ وہ کہیں گے ہم نماز نہ پڑھا کرتے تھے۔"

---

[33] مریم19: 59۔

[34] مودودی، تفہیم القرآن، 74/3، 75۔

[35] المدثر74: 42، 43۔

اہلِ جہنم نے جنت والوں کے سوال پر جہنم میں ڈالے جانے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہم نماز ادا نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ نماز کی باقاعدگی صرف وہی شخص کرسکتا ہے جو اللہ اور روزِ آخرت کے محاسبہ پر ایمان رکھتا ہو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص باقاعدہ نماز ادا کرتا ہے تم اس کے ایماندار ہونے کی گواہی دو۔[36] جس کا دوسرا مطلب یہ نکلتا ہے کہ جو شخص نماز ادا نہیں کرتا، اس کا اللہ پر ایمان ہے نہ روزِ آخرت پر۔ اور ایسے بے ایمان جہنمی کی کیفیت ایک اور مقام پہ یوں بیان کی گئی ہے۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ [37]

"اس (کافر) نے نہ تو تصدیق کی تھی اور نہ نماز پڑھی تھی۔"

" فَلَا صَدَّقَ " تصدیق سے مراد توحید و رسالت کی تصدیق ہے۔ اس آیت سے ایک اشارہ یہ بھی نکلتا ہے کہ جس طرح نماز بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتی، اس طرح ایمان بھی بغیر نماز کے کامل نہیں ہوتا۔ علما نے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ ایمان کے بعد نماز سے بڑھ کر کوئی عمل اہم و مؤکد نہیں۔ یہ مسئلہ بھی نکالا گیا ہے کہ "**اعلم ان الاية دالة على ان الكافر يستحق الذم والعقاب بترک الصلوة كما يستحقهما بترک الايمان** "(کبیر) جس طرح عدم ایمان والا کافر مستحقِ زجر و ملامت ہے، اسی طرح تارکِ نماز کا بھی حال ہے۔[38] اور مولانا حقانی نے لکھا ہے کہ: جب وہ کافر دربار میں حاضر ہوگا تو کہا جائے گا کہ تو نے نہ دنیا میں مالی عبادت کی، نہ فقیروں محتاجوں کو کچھ دیا، جوڑ جوڑ کر رکھتا رہا، خلقِ خُدا پہ رحم نہ کھایا، جانی عبادت نہ کی، نہ نماز پڑھی، نہ خُدا کے سامنے رکوع و سجود کیا، نہ عاجزی اور دعا کی، **ثم ذهب الى اهله يتمطى** بلکہ اپنے گھر کی طرف اکڑتا ہوا چلا گیا، خُدا کے داعی کی طرف سے منہ موڑ لیا۔ یا یوں کہو کہ تصدیق نہ کی، اللہ اور اس کے رسول کی باتوں پر ایمان نہ لایا، نہ اعمال اچھے کیے، نماز سے بے خبر رہا۔[39] اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص

---

[36] **"عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمْ الرَّجُلَ يَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوا لَهُ بِالْإِيمَانِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ الْآيَةَ "**۔ (حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم لوگ کسی شخص کو مسجد میں حاضر ہوتے اور اس کی خدمت کرتے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **"إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ الْآيَةَ"** (ترجمہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے، نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں۔" (جامع ترمذی، رقم الحدیث: 525/2۔)

[37] القیامۃ75: 31۔

[38] دریا بادی، تفسیر ماجدی، 1160۔

[39] مولانا عبد الحق حقانی، تفسیر حقانی (لاہور: بیت العلم اردو بازار: س ن)، 660/3۔

ایمان لانے کے بعد جان بوجھ کر فرض نماز ترک کرے تو اللہ کا ذمہ اس سے بری ہو جاتا ہے۔[40] اور دوسری جگہ فرمایا کہ مسلمان اور کافر میں فرق صرف نماز کا ہے۔[41] اور کافر جہنم کا ایندھن بنیں گے، کتاب مقدس میں یہ بات درج ہے کہ خُدا گناہوں کی سزا تو ہر صورت دے گا۔ "وہ مجرم کو ہر گز بری نہیں کرے گا۔"[42] "اور میں اُن کی روش کی سزا اور اُن کے اعمال کا بدلہ اُن کو دوں گا۔"[43] اور جہنم میں "لوگ جلے ہوئے کنکر کی طرح ہوں گے۔ اور ایسے کاٹے ہوئے کانٹوں کی مانند جو آگ میں جلائے جاتے ہیں۔۔۔ صیہون میں گناہ گار ڈر گئے۔ اور ریاکاروں کو کپکپی نے پکڑا۔ ہم میں سے کون بھسم کرنے والی آگ میں رہ سکتا ہے؟ اور ہم میں سے کون شعلوں میں بس سکتا ہے؟۔"[44] اور انجیل برنباس میں ہے: "تب یسوع نے کہا: میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو آدمی نماز نہیں پڑھتا پس وہ شیطان سے بھی بڑا ہے۔"[45] "پھر وہ بائیں طرف والوں سے کہے گا اے ملعونو: میرے سامنے سے اُس ہمیشہ کی آگ میں چلے جاؤ جو ابلیس اور اس کے فرشتوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔"[46] "اور یہ ہمیشہ کی سزا پائیں گے اور مگر راستباز ہمیشہ کی زندگی۔"[47] تحریف و تبدل کے نتیجہ میں کتاب مقدس سے لفظ نماز تو مٹا ڈالا گیا ہے لیکن اس کے باوجود بہت سارے مقامات سے روزانہ کاہنون کے کھڑے

---

[40] "عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا وَإِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَتْرُكْ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَلَا تَشْرَبْ الْخَمْرَ فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ۔" (حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ میرے محبوب ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا اگرچہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور تمہیں نذر آتش کر دیا جائے اور فرض نماز جان بوجھ کر مت ترک کرنا کیونکہ جو عمداً فرض نماز ترک کر دے تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ اس سے بری ہے (اب وہ اللہ کی پناہ میں نہیں) اور شراب مت پینا کیونکہ شراب نوشی ہر شر (برائی) کی کنجی ہے۔") (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 914/3۔)

[41] "عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ إِلَّا تَرْكُ الصَّلَاةِ۔" (حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بندہ اور کفر میں امتیاز نہیں ہے مگر نماز کا چھوڑنا۔) "(سنن نسائی، رقم الحدیث: 467/1۔)

[42] خروج 34: 7۔

[43] ہوسیع 4: 9۔

[44] اشعیاہ 33: 14، 12۔

[45] انجیل برنباس 35: 2۔

[46] متی 25: 41۔

[47] متی 25: 46۔

ہو کے عبادت کرنے کے اشارے اب بھی ملتے ہیں۔اور گناہ گاروں کو جہنم کا دائمی عذاب جہنم کی آگ اور اس میں گناہ گاروں کا ہمیشہ کے لیے ڈالا جانا اب بھی لکھا ہے۔

دنیاوآخرت کی کامیابی کادارومدار

سابقہ کتب آسمانی اور قرآن کریم کی تعلیمات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیاوآخرت کی کامیابی کادرومدار ایمان اور عمل صالح کے ساتھ مشروط ہے۔اوراعمالِ صالح میں سے اوّلین عمل اقامتِ صلوٰۃ ہے۔روز محشر میں جس کی نماز درست نکل آئی اس کے باقی اعمال بھی ٹھیک ہی نکلیں گے۔اقوام سابقہ اور بالخصوص بنی اسرائیل کے ساتھ اللہ کا یہ وعدہ تھا کہ اگروہ نمازاور دیگر اعمال صالح پہ کاربند رہیں گے تو اللہ کی مدداور کامیابی وکامرانی ان کا مقدر ہو گی۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:

لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنتُم بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّأُكَفِّرَنَّ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ [48]

"اگر تم نماز کے پابند رہو گے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے، اور میرے پیغمبروں پر ایمان لاتے رہو گے، اور ان کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ کو اچھے طور پر قرض دیتے رہو گے، تو میں تم سے تمہارے گناہ ضرور دور کردوں گا، اور ضرور تمہیں (بہشت کے) باغوں میں داخل کردوں گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔"

ایمان وعمل حسن کی اصل جزاء قرآن مجید نے آخرت میں رکھی ہے۔اور سارا زور جنت اور اس کی نعمتوں پر دیا ہے۔ یہاں تک کہ یہود وغیرہ قدیم قوموں کے تذکرہ کے سلسلہ میں بھی اسی کو بار بار دہرایا ہے۔" وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا " قرض کی حقیقت عربی زبان میں صرف اس قدر ہے کہ یہ وہ مال ہے جس کی واپسی کچھ مدت بعد لینے والے پر لازم اور واجب ہو جاتی ہے۔تو اسی واپسی کے لزوم ووجوب کی بنا پر اللہ کی خدمت میں مال پیش کرنے کو قرض سے تعبیر کردیا گیا ہے اور " حَسَنًا " کے اضافہ نے یہ قید لگادی کہ وہ صرف مال اخلاص اور خوشدلی کے ساتھ ہو۔[49] نو مسلموں کے ذہن میں یہ سوال بھی پیدا ہوتا تھا کہ اسلام قبول کرنے سے قبل کے عملِ صالحہ کا کیا حساب ہو گا۔قرآن حکیم نے ان نفوس قدسیہ کاذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا [50]

---

[48] المائدہ5: 12۔

[49] دریابادی، تفسیر ماجدی، 242۔

[50] النساء4: 162۔

"اور نماز کے پابند اور زکوۃ کے ادا کرنے والے ہیں اور اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں ایسوں کو ہم اجر عظیم ضرور دیں گے۔"

آپ نے اہل کتاب میں سے جو شخص (خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی) کے اسلام قبول کرنے کی فضیلت خود ارشاد فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے دوگنا اجر عنایت فرمائیں گے۔[51]

2۔زکوۃ کا تعارف

زکوۃ کے لغوی معنی پاک صاف کرنا، نمو پانا، افزائش اور بڑھنا وغیرہ کے ہیں۔ دینی اصطلاح میں زکوۃ سے مراد مقررہ حد سے زیادہ مال رکھنے والوں سے اسلامی شرح کے مطابق مال وصول کرکے اللہ کے بیان کردہ مصارف پر خرچ کرنا۔ زکوۃ کے اصطلاحی مفہوم میں مذکورہ دونوں لغوی معنی موجود ہیں، کہ زکوۃ سے مال پاک بھی ہوتا ہے اور اس میں برکت بھی آتی ہے۔اس ضمن میں ارشادِ خُداوندی ہے:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ[52]

"اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، آپ انہیں ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجیے۔"

" يَكْنِزُونَ "۔ کنز کے معنی اس مال کے ہیں جو کسی ظرف میں محفوظ کرکے رکھا گیا ہو یا زیر زمین دفن کردیا گیا ہو۔ لیکن حدیث نبوی اور اصطلاح شرعی میں کنز سے مراد وہ مال ہے جس کی زکوۃ ادا نہ کی جائے۔[53] حضرت نافع مولیٰ نے

---

[51] " حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ الرَّجُلُ تَكُونُ لَهُ الْأَمَةُ فَيُعَلِّمُهَا فَيُحْسِنُ تَعْلِيمَهَا وَيُؤَدِّبُهَا فَيُحْسِنُ أَدَبَهَا ثُمَّ يُعْتِقُهَا فَيَتَزَوَّجُهَا فَلَهُ أَجْرَانِ وَمُؤْمِنُ (حضرت ابوبردہؓ نے والد سے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کو دوگنا ثواب ملے گا ایک وہ جو اپنی لونڈی کو اچھی طرح تعلیم دے اور اس کو ادب سکھائے اور پھر اسے آزاد کرکے اس سے خود نکاح کرلے اس کو دوہرا ثواب ملے گا اور ایک وہ مومن اہل کتاب جو پہلے سے مومن تو تھا لیکن پھر رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا اس کو بھی دوہرا ثواب ملے گا اور ایک وہ غلام جو اللہ کا حق ادا کرتا ہے اور اپنے آقا کی بھی خیر خواہی کرتا ہے۔") (صحیح بخاری، رقم الحدیث: 279/2۔)

[52] التوبہ 34:09۔

[53] "عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَلْبَسُ أَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكَنْزٌ هُوَ فَقَالَ مَا بَلَغَ أَنْ تُؤَدَّى زَكَاتُهُ فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ۔" (حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں سونے کے اوضاع (ایک قسم کا زیور) پہنا کرتی تھی میں نے پوچھا یا رسول ﷺ کیا یہ بھی کنز کی تعریف میں آتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو مال

ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا ہو چکی وہ کنز نہیں، چاہے زمین کے سات پردوں میں گڑا ہو، اور جس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی وہ کنز ہے چاہے سطح زمین پر کھلا پڑا ہو" وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم "۔ میں وعید ان لوگوں کے لیے ہے جو غایتِ حرص کی بنا پر مال کے حقوقِ واجب ادا نہیں کرتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید نے جس جمع مال کو مذموم قرار دیا ہے وہ مطلق جمع نہیں بلکہ صرف وہ جمع ہے جس میں ضروری مصارفِ خیر کی گنجائش نہ رکھی جائے۔ اس مفہوم پر بجز ایک صحابی حضرت ابو ذرؓ اور چند اہل زہد کے باقی اکابر صحابہ تابعین اور جمہور علما امت کا اتفاق ہے۔ موجودہ انجیل میں لکھا ہے: "اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں بلکہ اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو"۔[54] صحابہ میں جہاں بہت سے فقراء تھے وہاں بہت سے امیر کبیر بھی تھے مثلاً حضرت عثمان غنیؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ وغیرھم۔ " الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ "۔ سونے اور چاندی کا نام بطور مثال اور نمونہ کے لے دیا گیا چونکہ عموماً مال وجائیداد کے بڑے ذرائع یہی ہیں۔ تمام انبیاء نے زکوٰۃ کی سخت تاکید کی مگر یہودی ان سے غافل ہو گئے اور زکوٰۃ دینے کے بجائے یہ لوگ سود کھانے لگے۔

زکوٰۃ اہم رکنِ اسلام

نماز کی طرح زکوٰۃ بھی تمام ادیانِ سماوی کا اہم رکن رہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ [55]

"اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (نماز میں) جھکنے والوں کے ساتھ جھکتے رہو۔"

" وَآتُوا الزَّكَاةَ " زکوٰۃ دیتے رہو کہ اس سے مرضِ حب مال کی اصلاح ہو جائے گی۔ قرآن مجید میں بارہا زکوٰۃ کی فرضیت کا ذکر ہے وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ [56] (اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو)۔ تفسیر ماجدی میں لکھا ہے: اقامت صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ، یہ دینِ اسلام کی مخصوص اصطلاحیں ہی نہیں بلکہ اسرائیلیوں کو بھی یہ سب احکام ملے تھے۔ اور وہ احکامات مخصوص انہی کی بولی میں اور ان کے حالات وماحول کے مطابق تھے۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنے اور دعا اور عبادت

اتنی مقدار کو پہنچ جائے جس پر زکوٰۃ دینا لازم ہو جائے اور پھر اس کی زکوٰۃ دے دی جائے تو وہ کنز میں شمار نہیں ہوگا۔" (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: 1560/1۔)

اور مزید سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: 1660/۔، موطا امام مالک، رقم الحدیث: 596/1۔، مشکوٰۃ شریف، رقم الحدیث: 307/2۔

[54] متی6: 19،20۔

[55] البقرہ2: 43۔

[56] البقرہ2: 83۔

کی تاکید اب بھی توریت میں مختلف عنوانات سے موجود ہے۔[57] زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم احادیث مبارکہ میں بھی آیا ہے۔ مثلاً "عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ --- فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ۔"[58] (حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے معاذؓ کو یمن بھیجا۔ اور فرمایا کہ تم انہیں یہ شہادت دینے کی دعوت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں (اگر وہ اس کو مان لیں تو انہیں یہ بتلاؤ کہ) اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے محتاجوں کو دی جائے گی۔) اور متعدد احادیث میں اس کی ادائیگی کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ حسد جیسی مہلک روحانی بیماری کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کے ضمن میں جائز قرار دیا۔[59]

سابقہ شریعتوں میں زکوٰۃ کا حکم

نماز اور زکوٰۃ کا حکم نہ صرف آپ ﷺ نے دیا ہے بلکہ یہ تمام انبیاء سابقین کی شریعتوں میں بھی موجود رہا ہے۔ ارشاد فرمایا:

---

[57] دریا بادی، تفسیر ماجدی، 33۔ (آپ نے توریت میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بابت احکامات کا ذکر تو نقل فرمایا ہے لیکن کسی مقام یا عبارت کا حوالہ نقل نہیں کیا۔ ہم چند ایک عبارتیں مع حوالہ نقل کیے دیتے ہیں۔ کتاب استثناء میں لکھا ہے: "اور چونکہ ملک میں کنگال سدا پائے جائیں گے اس لئے میں تجھ کو حکم دیتا ہوں کہ تو اپنے ملک میں اپنے بھائی یعنی کنگالوں اور محتاجوں کے لئے اپنی مٹھی کھلی رکھنا۔" (استثناء 15: 11۔)

مزید زبور میں ہے: "اس نے مال بانٹا اور محتاجوں کو دیا۔" زبور 112: 7۔ اور 'جو نیک نظر ہے برکت پائے گا کیونکہ وہ اپنی روٹی میں سے مسکینوں کو دیتا ہے۔" (امثال 22: 9۔)

[58] صحیح بخاری، رقم الحدیث: 1335/1۔

[59] "عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٍ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٍ آتَاهُ اللَّهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا۔" (حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا کہ حسد صرف دو چیزوں پر جائز ہے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس کو راہ حق پر خرچ کرنے کی قدرت دی اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت (علم) دی اور وہ اس کے ذریعہ فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔" (صحیح بخاری، رقم الحدیث: 1348/1۔)

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ [60]

"اور ہم نے ان (سب) کو پیشوا بنایا، ہدایت کرتے تھے ہمارے حکم سے، اور ہم نے ان کے پاس وحی سے حکم بھیجا نیک کاموں کے کرنے کا اور نماز کی پابندی کا اور ادائے زکوۃ کا اور وہ ہماری ہی عبادت کرنے والے تھے۔"

جد الانبیاء حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے بیٹوں حضرت اسحاقؑ اور حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاق کے بیٹے حضرت یعقوبؑ سب اپنے دور کے جلیل القدر نبی تھے۔ان تمام انبیاء کی شریعتوں میں نماز اور زکوۃ ایسے ہی فرض تھی جیسے شریعت محمدیہ میں فرض کی گئی ہے، البتہ جزئیات کا اختلاف رہا ہے۔ حضرت اسماعیلؑ کے زمانے کا حکم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا [61]

"اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتے رہتے تھے اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے۔"

مولانا دریابادیؒ نے لکھا ہے: آپ (حضرت اسماعیلؑ) اللہ کے مقبول وبرگزیدہ بندہ تھے اور مردود وغیر مقبول نہ تھے جیسا کہ یہود ونصاریٰ نے گھڑ لیا ہے۔[62] اور اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کو جو تعلیمات دی گئی تھیں اُن میں نماز کے ساتھ زکوۃ کا حکم موجود تھا۔قرآن مجید آج بھی اس پہ شاہد ہے وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا[63] "اور (اسی نے) مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں۔" یعنی مجھے احکامِ شریعت دے کر بھیجا گیا ہے اور میرے اوپر بھی زندگی بھر عبادتیں اور احکامِ شریعت کی پیروی فرض ہیں۔[64] اور تمام انبیائے سابقین اہل کتاب کا مجموعی تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ [65]

---

[60] الانبیاء 21: 73۔

[61] مریم 19: 55۔

[62] پیدائش 21: 21۔

[63] مریم 19:31۔

[64] دریابادی، تفسیر ماجدی، 627۔

[65] البینہ 98: 5۔

"حالانکہ انہیں یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ دین کو اسی کے لئے خالص رکھیں یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوۃ دیا کریں یہی طریقہ ہے (ان) درست مضامین کا۔"

خود انہیں کی کتابوں میں یہ حکم انہیں مل چکا ہے اور جب اِن تعلیمات کو اُن لوگوں نے نہ مانا، تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ خود اپنی کتابوں کے عملاً منکر و مخالف ہوگئے ہیں۔ اخلاص فی الدین کے اندر خاتم النبیین ﷺ کی تصدیق اور قرآن مجید پر ایمان بھی داخل ہیں"۔[66] صحیح اور درست دین ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ خالص اللہ کی بندگی کی جائے، اس کے ساتھ کسی دوسرے کی بندگی کی آمیزش نہ کی جائے، ہر طرف سے رخ پھیر کر انسان صرف ایک اللہ کا پرستار اور تابع فرمان بن جائے، نماز قائم کی جائے، اور زکوۃ ادا کی جائے۔[67] **دین قیم** بمعنی ایسا مستحکم اور قائم دین جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزمان تک ایک ہی رہا ہے۔ اس دین کے اہم اجزاء تین باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ اکیلے ہی کو خالق و مالک سمجھ کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ دوسرا نماز کو ٹھیک طریقے سے باقاعدگی کے ساتھ ہمیشہ ادا کیا جائے اور تیسری یہ کہ اپنے اموال میں سے زکوۃ ادا کی جائے۔[68] قرآن کریم تو سابقہ تمام شرائع میں زکوۃ کے واجب ہونے کی شہادت دیتا ہے لیکن جب ہم موجودہ کتابِ مقدس کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس میں زکوۃ کا لفظ کہیں نہیں ملتا۔ البتہ مال کا غریبوں پہ خرچ کرنا، خیرات کرنا، مال خرچ کرنے کے بدلہ میں مال میں برکت کا شامل ہونا اور اللہ کی راہ میں قربانیاں دینے کی تعلیمات کئی مقامات پہ بیان ہوئی ہیں۔[69] اور گمان غالب ہے کہ ان شریعتوں میں اللہ کے راستے میں مال کے خرچ کرنے کے طریقے اور اصول اپنے تھے لیکن اصل مقصد اللہ کے راستے میں اس کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لیے خرچ کرنا تو ایک ہی ہے۔

اللہ کے ہاں زکوۃ کا اجر اور فضیلت

نماز اور زکوۃ دو انتہائی اہم صفات ہیں۔ ایک کا تعلق بدنی عبادات سے اور دوسری کا جو مالی عبادات سے ہے جو سود کی عین ضد ہے۔ اسلامی معاشی نظام کو اگر انتہائی مختصر الفاظ میں بیان کیا جائے تو اس کے دو ہی اجزاء ہیں۔ ایک سلبی دوسرا ایجابی۔ سلبی پہلو نظام سود کا استیصال اور ایجابی پہلو نظام زکوۃ کی ترویج ہے۔ زکوۃ کی ترویج کرنے والوں کے لیے اللہ رب العزت نے اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[66] دریابادی، تفسیر ماجدی، 1205۔

[67] مودودی، تفہیم القرآن، 415/6۔

[68] مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، تیسیر القرآن (لاہور: مکتبۃ السلام، 1435ھ)، 4/ 676۔

[69] استثناء 15: 7۔14، نحمیاہ 8: 10، 12، آستر 9: 22، متی 6: 2۔4، متی 19: 21، یوحنّا 13: 29، لُوقا 6: 30، 38، اعمال 20: 35، 2۔ کُرنتھیوں 9: 7، 8، وغیرہ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ [70]

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور نماز کی پابندی کی اور زکوۃ دی ان کے لیے ان کا اجر ان کے پروردگار کے پاس ہے نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

ربٰو(سود) پہ وعید سنانے کے بعد زکوۃ ایمانداروں کو (جو خیرات و زکوۃ دیتے ہیں) خوش خبری سناتا ہے کہ ان کا مال بر باد نہیں جاتا بلکہ اللہ کے پاس جمع ہو جاتا ہے۔اس عالم میں سب کو اجر ملے گا کہ ان کو کوئی رنج نہ ہوگا، عالم قدس میں شاداں رہیں گے کیونکہ انہوں نے میرے محتاج بے کسوں کے دل خوش کئے تھے وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ [71] آخرت میں تو ایسے نیک کردار، متقی، خاشع اور خادم خلق انسانوں کی خوشی انجامی تو ظاہر ہی ہے۔ لیکن دنیا میں بھی جو سکون قلب یکسوئی، طمانیت خاطر اور قناعت کی مسرتیں ایسے لوگوں کو حاصل رہتی ہیں ان کا اندازہ وہ بدنصیب کر ہی نہیں سکتا جو چوبیس گھنٹہ آنہ، پائی کی میزان میں لگاتار رہتا ہے۔جو مخلوق کی ایذارسانی کا خوگر ہو کر پیسہ پیسہ گنتا رہتا ہے اور جس پر ہر گھڑی بہی کھاتہ سنبھالے رہنے کا بھوت سوار رہتا ہے۔[72] جب حضرت موسیٰؑ نے اپنی امت کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی طلب فرمائی، تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا اصل چیز جس پر یہ کائنات کا سارا نظام چل رہا ہے وہ میری رحمت جس سے ساری مخلوق مستفید ہو رہی ہے۔ سزا تو میں صرف نافرمانوں کو دوں گا بلکہ وہ بھی بسا اوقات دنیا میں میری رحمتوں سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں اور جس خیر اور بھلائی کا تم مطالبہ کر رہے ہو کہ دنیا میں بھی یہ نعمت ملے اور آخرت میں بھی یہ صرف ان لوگوں کا حصہ ہے جو ہماری آیات پر ایمان لانے کے بعد درج ذیل بیان شدہ دو صفات اپنے اندر پیدا کر لیں۔

فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ [73]

"سوا سے ان لوگوں کے لیے تو ضرور ہی لازم کردوں گا جو خوف خدا رکھتے اور زکوۃ دیتے اور جو لوگ ہماری نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں۔"

مولانا دریابادیؒ لکھتے ہیں: مناجات موسوی کے جواب میں ارشاد ہو رہا ہے کہ میری رحمت تو، بہ طور کلیہ اور اصول کے ہر ایک کے لیے عام ہے، اس کا تحقق ان لوگوں کے حق میں کیسے نہ ہوگا (ہوگا اور ضرور ہوگا) جو عقاید و اعمال میں صفات ایمان و تقوی سے آراستہ ہیں۔" فَسَأَكْتُبُهَا "۔ میں ضمیر رحمت کی طرف ہے اور س تاکید کے لئے ہے۔" لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ

---

[70] البقرہ2: 277۔

[71] حقّانی، تفسیر حقّانی،722/1۔

[72] دریابادی، تفسیر ماجدی،116۔

[73] الاعراف7: 156۔

"میں تقوی سے اشارہ، اعمال قلب کی طرف وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ " اس سے اشارہ اعمال جوارح وعبادات کی طرف ہے۔" يُؤْمِنُونَ "میں اشارہ عقاید کی جانب ہے۔[74]

إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ[75]

" بلاشبہ صدقہ دینے والے اور صدقہ دینے والیاں (یہ جو) اللہ کو خلوص کے ساتھ (قرضہ دیں) تو وہ صدقہ ان کے لئے بڑھایا جائے گا اور ان کے لئے اجر پسندیدہ ہے۔"

صَدَقَہ اردو زبان میں تو بہت ہی برے معنوں میں بولا جاتا ہے، مگر اسلام کی اصطلاح میں یہ اس عطیے کو کہتے ہیں جو سچے دل اور خالص نیت کے ساتھ محض اللہ کی خوشنودی کے لیے دیا جائے، جس میں کوئی ریاکاری نہ ہو، کسی پر احسان نہ جتایا جائے، دینے والا صرف اس لیے دے کہ وہ اپنے رب کے لیے عبودیت کا سچا جذبہ رکھتا ہے۔ یہ لفظ صدق سے ماخوذ ہے اس لیے صداقت عین اس کی حقیقت میں شامل ہے۔ کوئی عطیہ اور مال اس وقت تک صدقہ نہیں ہو سکتا جب تک اس کی تہہ میں انفاق فی سبیل اللہ کا خالص اور بے کھوٹ جذبہ موجود نہ ہو۔

دنیا میں کسبِ مال، ملکیت اور انفاق کی تعلیمات

زکوٰۃ تب واجب ہو گی، جب کسی کے پاس مال اس قدر جمع ہو جو زکوٰۃ کے نصاب پہ پورا اترے، اور سال بھر اس کی ملکیت میں بھی رہے۔ اس مال میں تصرف کے مکمل اختیارات اسے حاصل ہوں۔ ایسے مال کو پاکیزہ رکھنے کے لیے اس مال پہ زکوٰۃ فرض کی گئی، زکوہ کی فرضیت اسلام میں بہت خصوصیت کی حامل ہے۔ فرمایا:

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ[76]

"اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ اڑاو، اور نہ اسے حکام تک پہنچاؤ کہ جس سے لوگوں کے مال کا ایک حصہ تم گناہ سے کھا جاؤ، درآنحالیکہ تم جان رہے ہو۔"

اس آیت میں مال کی انفرادی ملکیت کا پہلو بھی نکلتا ہے اور بہت مختصر لفظوں میں مال سے متعلق ساری تعلیم آ گئی۔ ہر خیانت سے احتیاط کی تاکید، اور ہر قسم کی امانت و دیانت کا حکم۔ اور فقہاء نے اکل باطل کی جو تفصیل لکھی ہے، اسی میں قمار، غصب، حق تلفی وغیرہ کے ساتھ ایک مد یہ بھی بڑھا دی ہے کہ وہ مال بھی باطل ہی کے حکم میں آ جاتا ہے، جو **"مالا تطیب به نفس مالکه اوحرمه الشریعة وان طابت به نفس مالکه (قرطبی)"** (اور مال کے مالک سے بغیر اس کی خوشدلی کے حاصل کیا جائے۔ یا مالک گو اسے خوشدلی سے دے رہا ہو لیکن خود شریعت نے اس مد کو ناجائز قرار

---

[74] دریابادی، تفسیر ماجدی، 360۔

[75] الحدید 57: 18۔

[76] البقرہ 2: 188۔

دیا ہو)" بَيْنَكُم "کے دائرہ کی وسعت میں فقہاء نے ساری نسل آدمؑ کو داخل کیا ہے، اور صرف مسلمانوں کے مال تک حکم کو محدود نہیں رکھا ہے، مسلم ہو یا کافر، کسی کا بھی مال دغا، فریب، ظلم وغیرہ سے لینا جائز نہیں۔ صرف کافر حربی کے مال پر تصرف و تسلط جائز ہے کہ اس سے تو اعلان جنگ ہو ہی چکا ہے، لیکن اس سے بھی علی الاطلاق نہیں، بلکہ خاص خاص قیود و شرائط کے ساتھ۔ رشوت، جعلسازی، خیانت، کافر حربی کے معاملات میں بھی درست نہیں۔[77] اور اس آیت میں بالخصوص اس ناجائز طریقہ کا ذکر ہے جو حکام کی وساطت سے حاصل ہو۔ اس کی ایک عام صورت تو رشوت ہے کہ حاکم کو رشوت دے کر مقدمہ اپنے حق میں کرالے اور اس طرح دوسرے کا مال ہضم کر جائے اور دوسری یہ کہ مثلاً تمہیں معلوم ہے کہ فلاں جائیداد یا فلاں چیز زید کی ہے۔ لیکن اس کی ملکیت کا کوئی ثبوت اس کے پاس موجود نہیں ہے اور تم مقدمہ کی صورت میں ایچ پیچ کے ذریعہ وہ چیز زید سے ہتھیا سکتے ہو تو اس طرح عدالت کے ذریعہ تم اس چیز کے مالک بن سکتے ہو۔ اس طرح بھی دوسرے کا مال ہضم کرنا حرام ہے۔ یہ سب باطل طریقے ہیں اور فرمایا کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ[78] (اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر نہ کھاؤ۔) اور یہ مال جو تم نے کمایا ہے اسے جمع کر کے مت رکھو بلکہ اسے اپنی ذات، خاندان اور خلق خُدا پہ خرچ کرو۔ ارشاد گرامی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ[79]

"اے ایمان والو جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرو، قبل اس کے کہ وہ دن آجائے، جس میں نہ تجارت کام آئے گی اور نہ دوستی اور نہ سفارش اور کافر ہی تو ظالم ہیں۔"

" رَزَقْنَاكُم " ضمیر متکلم لا کر اور رزق کو اپنی جانب منسوب کیا کہ یہ بندوں کا ذاتی نہیں بلکہ عطیۂ خُداوندی ہے، اس کو حق حاصل ہے کہ جن کاموں میں چاہے ان کے صرف کرنے کا حکم دے دے۔ "ظُلم " کے اصلی معنی **وضع الشیء فی غیر محله** (کسی شے کو اس کے صحیح مقام پر نہ رکھنے) کے ہیں۔ اللہ کے قانون کو نہ ماننے سے بڑھ کر اور کون سا ظلم ہوگا " لَّا بَيْعٌ " جاہلی اور نیم جاہلی قوموں کی گمراہیاں ایک سے بڑھ کر ایک رہی ہیں، مشرک قومیں تو سرے سے روز جزاء کی قائل ہی نہیں۔ اہل کتاب نے اس کے وقوع کو مانا تو اس میں یہ پخنیں لگادیں کہ وہاں بھی دنیا کی طرح لین دین ہوسکے گا، کوئی کسی سے نیکیاں خرید لے گا کوئی کسی کے ہاتھ اپنی بدیاں فروخت کردے گا **وقس علی هٰذا** قرآن نے اس ساری لغو خیالی کا خاتمہ کردیا، " وَلَا خُلَّةٌ " خُلَّةٌ گہری جگری دوستی کو کہتے ہیں، مقصود ایسی

---

[77] دریابادی، تفسیر ماجدی، 73۔

[78] النساء4: 29۔

[79] البقرہ2: 254۔

دوستی کے نافع ہونے کا ابطال ہے جو ایمان کے بغیر کام دے سکے اور کفر کے مجرم کو نجات دلا سکے، اہل کتاب نے سمجھ رکھا تھا کہ یہاں کی نسبی رشتہ داریوں اور ذاتی خانگی دوستیوں سے وہاں کام چل جائے گا۔[80] جب گہری اور دلی دوستی کے نافع ہونے کی نفی ہو گئی، تو محض زبانی رسمی ظاہری تعلق کا لاحاصل ہونا تو اور زیادہ ظاہر ہے۔" وَلَا شَفَاعَةٌ "پہلی دو گمراہیوں کا بھی تعلق مسیحیوں سے تھا اور یہ تیسری گمراہی تو مسیحیت کے خصوصیات میں سے ہے۔ مسیحیوں کا عقیدہ ہے کہ ابن اللہ کی حیثیت شافع مطلق کی ہے۔ انسان کے قالب میں انہوں نے اسی لیے تو جنم لیا تھا کہ اپنی جان کا فدیہ سب گنہگاروں کی طرف سے دے کر اور سب کی طرف سے صلیب پر اپنے خون کا چڑھاوا چڑھا کر قیامت میں شافع مطلق کی حیثیت سے ظاہر و نمودار ہوں۔ اور ان کی شفاعت سب کے حق میں نجات کا حکم قطعی رکھے گی۔[81] بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ آیت سے بخل کی مذمت نکلتی ہے جو لوگ ضروری مصارف خیر میں خرچ نہیں کرتے، وہ اپنے کو اہل کفر اور اہل جہنم کے حکم میں لا رہے ہیں۔[82] اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والوں کی مثال یوں دی کہ مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ[83] (جو لوگ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں، ان کے مال کی مثال ایسی ہے، جیسے کہ ایک دانہ ہے کہ اس سے سات بالیاں اگیں ہر ہر بالی کے اندر سو دانے ہوں، اور اللہ جسے چاہے افزونی دیتا رہتا ہے، اللہ بڑا وسعت والا ہے۔ بڑا علم والا ہے۔) جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صرف پاک مال قبول کرتا ہے تو جس نے اپنے پاک مال میں سے ایک کھجور برابر صدقہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے اور اس کی یوں

---

[80] دورِ حاضر کے عیسائی حضرت مسیح کو منجی اور سفارشی سمجھتے ہیں۔ لوقا میں لکھا ہے: "کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا ہے یعنی مسیح خُداوند۔" (لُوقا2: 11)

انجیل یوحنّا میں لکھا ہے: "اور اس عورت نے کہا کہ ہم تیرے کہنے سے ایمان نہیں لاتے کیونکہ ہم نے خود سن لیا اور جانتے ہیں کہ یہ فی الحقیقت دنیا کا منجی ہے۔" (یُوحنّا4: 42۔)

[81] عیسائیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ کہ مسیح گناہوں کو معاف کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور اس کے سوا کسی دوسرے سے نجات ممکن نہیں۔ "اور کسی دوسرے کے وسیلہ سے نجات نہیں کیونکہ آسمان کے تلے آدمیوں کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جس کے وسیلہ سے ہم نجات پا سکیں۔" (اعمال4: 12۔)

"کیونکہ خُدا نے دنیا کو ایسا پیار کیا کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تا کہ جو کوئی اس پہ ایمان لائے ہلاک نہ ہو۔ بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔ کیونکہ خُدا نے اپنے بیٹے کو دنیا میں اس لیے نہیں بھیجا کہ دنیا پر فتویٰ دے بلکہ اس لیے کہ دنیا اس کے وسیلے سے نجات پائے۔"

(یُوحنّا3: 16،17۔)

[82] دریابادی، تفسیر ماجدی، 106۔

[83] البقرہ2: 261۔

نشو و نما کرتا ہے جیسے تم اپنے بچھڑے کی نشو و نما کرتے ہو حتیٰ کہ وہ کھجور پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔[84] قرآن کریم کی متعدد آیاتِ مبارکہ میں مال جائز طریقے سے کمانے، اس کو اپنی ملکیت میں رکھنے اور اس کی حفاظت کرنے کی تعلیمات پائی جاتی ہیں مگر اس کو جوڑ جوڑ کے رکھنا اور ذخیرہ کرنے کی ممانعت بھی فرمائی ہے۔ اس کو جائز طریقے سے خرچ کرنے اور جمع شدہ مال میں سے شریعت کی طرف سے مقرر کردہ زکوٰۃ ادا کرے اور غرباء میں صدقہ و خیرات کے ذریعے اُن کی پرورش کرنے کی تعلیمات پائی جاتی ہیں۔

قرض حسنہ کا تصور

اصطلاح شریعت میں ایسے مال جو حلال کمائی سے خوشدلی اور اخلاص نیت کے ساتھ صاحب احتیاج کو دیا جائے۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا[85]

"اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو، اور اللہ کو اچھی طرح قرض دو۔"

یعنی اللہ کی راہ میں اور اس کے دین کے شیوع و استحکام کے لیے اخلاص، حسنِ نیت و خوش دلی کے ساتھ خرچ کرو۔ وَآتُوا الزَّكَاةَ۔ عبادت بدنی اور مالی کے یہ احکام تو مستقل اور ہر ملک و زمانہ کے لیے ہیں۔[86]

خلاصۂ بحث

دین اسلام سے قبل تمام سماوی ادیان میں نماز فرض رہی، لیکن اس کا طریقہ مختلف اوقات میں مختلف رہا۔ کتاب مقدس میں لفظ عبادت اور انجیل برنباس میں آج بھی نماز کا ذکر ملتا ہے۔ نماز اللہ رب العالمین سے رابطے اور تعلق کا ذریعہ ہے۔ اقوامِ سابقہ نے دیگر احکامات کی طرح نماز کو بھی تحریف و تبدل کی نظر کرتے ہوئے اپنے پاس سے عبادت کے طریقے گھڑ لیے۔ اپنے ہاتھ سے بت اور مورتیاں تراش کے ان کے سامنے جھکنا شروع کر دیا اور گمراہی میں جاپڑے اور اللہ سے دور ہو گئے، جبکہ نماز انسان کا تعلق اللہ سے مظبوط کرتی اور اسے صراط مستقیم پہ گامزن رکھتی ہے۔ تمام کتب سماویہ میں اسے دنیوی اور اُخروی کامیابی کا معیار قرار دیا گیا ہے۔

جسم کو توانائی مہیا کرنے والا رزق اگر خالص اور حلال ہوگا تو اس پہ روحانی اثرات مرتب ہونگے اور رزق کو پاکیزہ کرنے والا عمل زکوٰۃ کی ادائیگی ہے۔ ہر صاحب نصاب اپنی حلال و جائز کمائی میں سے اڑھائی فیصد اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور صارفین زکوٰۃ بھی اللہ نے خود بتلا دیے۔ اسلامی معاشی نظام میں زکوٰۃ کی وہی اہمیت ہے جو جسم میں خون کی۔ خون کی

---

[84] " عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللَّهُ إِلَّا الطَّيِّبَ وَإِنَّ اللَّهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهِ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ ۔" (صحیح بخاری، رقم الحدیث: 1351/1۔)

[85] المزمل 20:73۔

[86] دریابادی، تفسیر ماجدی، 1154۔

گردش اگر جسم میں رک جائے تو انسان مفلوج وہلاک ہو جاتا ہے۔اسی طرح دولت کا جمود بھی معاشرتی زندگی کی موت ہے۔کتاب مقدس میں فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔لیکن اس منظّم انداز سے زکوٰۃ کا حکم کہیں نہیں پایا جاتا جس طرح کی قرآن مجید میں ہے۔زکوٰۃ کی ادائیگی سے معاشرتی غربت کا خاتمہ ہوتا ہے اور غرباء آسودہ حال ہو جاتے ہیں جس سے معاشرے میں خوشحالی آتی ہے۔اسلام کتاب مقدس کے بر عکس سود کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے قرضۂ حسنہ ،صدقات وخیرات اور مالی ایثار کی ترغیب دیتا ہے جس سے اخوت وبھائی چارے کو فروغ ملتا ہے۔